

انتقاد کے لئے کتاب کے دلخواہ آنا ضروری ہے

انتقاد

تصنیف، ڈاکٹر صبحی صالح -

ترجمہ: غلام احمد حربی، ایم۔ اے۔

علوم الحدیث

ناشر، ملک برادرز، کارخانہ بازار، لاہول پور، پاکستان، صفحات ۲۵۰، قیمت ۵۰ روپے۔
 ڈاکٹر صبحی صالح کی کتاب علوم القرآن کے اردو ترجمہ سے تاریخیں کو اس سے پہلے واقفیت ہو جکی ہے اور
 ترجم کے نام سے بھی ان کو آگھی ہے، علوم القرآن کی طرح علوم الحدیث بھی مرتب کی گئی ہے، یہ کتاب میں عام
 طالعے کے لئے لمحی گئی ہیں جن کی بنیاد تحقیقی مباحثہ پر ہے۔ اور ان میں معاصر اثر نظریہ ایان و خوش اسلوب
 سے کام لیا گیا ہے تاکہ عصرِ جدید کے مذاق کے مطابق علمی مباحثہ ادنیٰ اتفاقات و توجہ سے اذان میں مرتکب
 ہو جائیں۔ عام اہل علم اور خصوصاً علماء کے لئے یہ کتاب میں بے حد فائدہ ہیں کہ آسانی سے ان علوم کے مسائل ان کی
 سمجھ میں آ سکتے ہیں، اصل کتاب عربی میں ہے جس کی زبان نہایت سلیمانی و شمشتمہ ہے، اور نظریہ ایان و خوش اسلوب
 عام فہم۔

علوم قرآن کے ترجمہ کی طرح علوم حدیث کا ترجمہ بھی عام فہم اور نہایت صاف زبان میں کیا گیا ہے، البتہ کہیں
 کہیں زبان کی خامیاں میں جو کی نشان دہی آئندہ سطور میں کی جائے گی۔ ترجمہ کی خصوصیتیں تقریباً وہیں جو علوم
 قرآن کے ترجمے میں پائی جاتی ہیں، چونکہ مترجم اردو زبان میں اچھی درست گاہ رکھتے ہیں اس لئے عام طور پر
 ترجمہ کی خوبیوں کا کسی کو انکار نہایت مشکل سے ہو سکتا ہے، آج کل عربی کتابوں کے ترجمے کثرت سے شائع ہو
 رہے ہیں البتہ ان کی زبان کا معیار کچھ ایسا دگر گوں ہے کہ اصل کتاب کا مطلب ان کتابوں سے اکثر دشیر
 ظاہر نہیں ہوتا۔ بہت سے الفاظ و اصطلاحات جوں کے تو ترجمے میں باقی سہنے میتے جاتے ہیں۔ بنا بریا
 ان اصطلاحات پر شامل مقامات لوگوں کی سمجھ سے باہر رہ جائیں تو کئی تعجب کی بات نہیں۔ کلامی اور لالہجہ
 کے شائع شدہ اردو ترجمے ان فتاویں سے کسی طرح بری نہیں، اور جنہیں ان ترجموں سے واسطہ رہا ہے ان
 سے یہ باتیں پوشیدہ نہیں۔

”علوم حدیث“ میں مسلم حدیث کی تاریخ، اصطلاحات کی توضیح اور اسی قبیل کے درسرے مباحثہ سے

سیر حامل بحث کی گئی ہے، اس کتاب کی افادت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس علم کی اکثر دبیشتر قدیم و جدید یہ کتابوں کے مباحث کا پخوار اس میں موجود ہے۔ ۱۹۵۹ء میں سب سے پہلے بیروت سے یہ کتاب عربی زبان میں شائع ہوئی، ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۵ء میں اس کی دوسری اور تیسرا طباعت سے ظاہر ہے کہ کتاب عام و خاص ہر طبقے سے پسندیدگی کا خراج وصول کر چکی ہے، لائق مؤلف نے اس کتاب کی تالیف میں بڑی محنت سے کام لیا ہے، اور مواد کی فراہمی نیز منتشر قین کی آزاد کی تردید میں متعدد مخطوطات سے نقول اشتہاد پیش کئے ہیں، اور اس لحاظ سے اس کی علمی قیمت بہت بڑھ گئی ہے اور قابل تعریف تحقیق کا زمام ہے۔

اس کتاب میں مقدمہ کے علاوہ پانچ ابواب ہیں۔

مقدمہ میں مؤلف رقم طازہ ہیں۔ اُس کا خاص پہلو یہ ہے کہ یہ ہمارے لازوال علمی درستہ کو قدرامت کی گردد غبار سے پاک کر کے بیش قیمت اور زنا درانکار و نظریات کو ایسے اسلوب انداز میں پیش کرتی ہے جو نہایت واضح بھی ہے اور عصرِ جدید سے ہم آہنگ بھی ت۔

مؤلف نے صرف یہی نہیں کہ علوم الحدیث سے متعلق معلومات کو تجھیکیا ہے بلکہ دمشق کے مکتبہ ظاہریہ کے اہم مخطوطات سے پوری طرح فائدہ اٹھایا ہے، ساختہ ہی ان کا دعویٰ ہے۔

مد المبتدا ہم نے نقلِ محتاط اور خلاصہ فویسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ علوم حدیث میں علمائے سلف کے آثار و اقوال کا تخفیہ میں ذمارِ سخنی جائزہ لیا اور ان انکار و آراء کا موازنہ کیا ہے اور تفاری کو بے کار جدل و بحث میں نہیں الجھایا۔ ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ علمائے سلف کی گران بہا اور زادِ تصانیف میں جوا اصطلاحات کثیرہ پھری پڑی ہیں ان کا سب باب اور خلاصہ بیان کر دیں۔

”ہم نے ناقابل تردید دلائل کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کتابتِ حدیث کا آغاز سرور بر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہو چکا تھا۔ تاریخی و ستادیزات و کتب و رسائل کے حوالے سے ہم اس سنتیج پر پہنچے ہیں کہ حضرات صحابہؓ نے حفاظتِ حدیث کے نہن میں صرف حافظہ ہی، پر اعتماد نہیں کیا۔ تھا بلکہ عہدِ رسالت میں احادیث کو اپنے سینہ میں جگہ دینے کے ساتھ ساتھ تفسیہ میں بھی منتقل کر لیا تھا۔ پہلے باب میں پانچ فصلیں ہیں جن میں حدیث و سنت اور وسری فنی اصطلاحات تدوینِ حدیث،

اخذِ حدیث اور حدیث کے مرکزوں کی تفصیل درج ہے۔

پنجم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث سے تعبیر کرنے کے باسے میں مصنف لکھتے ہیں (صفحہ ۱۹) سالار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود اپنے قول کو حدیث کا نام دیا۔ گویا آپ نے یہ نام رکھ کر اس کو ان فریگ

نور سے ممتاز و تکمیر کر دیا جن کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی ہے، اس طرح اپ لے لفظ حدیث لی وہ صطلاح پہلے ہی مقرر فرمادی جس پر محمد شعیع نے آگے چل کراتفاق کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ روزِ قیامت آپ کی شفاعت کی سعادت کس کے حصہ میں آئے گی ؟ آپ نے جواباً فرمایا: ”مجھے معلوم تھا کہ ابوہریرہ سے پہلے کوئی شخص مجھ سے اس حدث کے باسے میں سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ طلبِ حدیث کے بہت حرصیں ہیں“

اسی طرح ”ستت“ کی لغوی تحقیقیں کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں: ”جب عربوں نے انحضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے علیکم بستی کے الفاظ مٹنے تو انہوں نے نورِ اسم مجھ پریا کہ اس سے نبی کیم صلی اللہ علیہ وسلم کی الفرادی و اجتماعی زندگی کے اطوار و آداب ہرا دیں۔“ قرآن پاک نے اسی مفہوم کی وضاحت اس طرح کر دی ہے: دیکم فی رسول اللہ اسوة حسنة (تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں اچھی مثال ہے)۔ مزید تفصیل اس آیت پاک میں کر دی گئی ہے۔ مانا تاکم الرسول فخذده و مانها لسم عنہ نانتہوا (جو کچھ (آداب و سنن) تم کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دیں اُن کوے لو اور جن سے منع فرمائیں ان سے باز رہو۔)

مصنف نے دوسری فصل میں تدوینِ حدیث پر بحث کی ہے، اور اس سلسلے میں منتشر قرین کی آراء پر بھی نقد و تبصرہ کیا ہے، تیسرا فصل میں علم حدیث کے حصول کے شے سفر اور حرم و احتیاط کے واقعات اور جو تحقیقی میں علم حدیث کے درس و تدریس کے لئے عمارتوں کی تعمیر اور محدثین کے احترام و القاب کی تفصیلات مذکور ہیں، پانچویں فصل میں اخذ حدیث کے طریقوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

وہ سے ہے بہت پڑیں فصلیہ ہریں اور ان میں صلوٰہ حمدیت کی تکالیف، روایت و روایت کے لمحات، مذکور بیت کے آنہاں، رتبہ بیت، این کے لقبات و رتبہ اور روایتی مددیت کے شہر اور رشتہ، مذکور بیت اور مذکور بیت کے بیان، بیان مذکور بیت کے مضمون، موضع جسن، تعریف اور حدیث کے مذکور بیت، بیان مذکور بیت اور تفصیل مذکور بیت۔

ہوتے ہے بیان مذکور بیت کی تعریف یعنی اہمیت، حدیث کے محبت ہونے کے مفہوم اور بہت دوسرے بیان مذکور بیت کی تعریف یعنی اہمیت۔

حرب پر حدیث کھاثرات کی وضاحت کی گئی ہے۔

پنجوں ۴ بخت اداہوں کے طبقات سے بحث کرتا ہے اور سیل فصل میں این سعد اور ایک ۱۰ مذکور اور اتعیف طبقات کے اسلوب دخالت اور کاذکر ہے، دوسری فصل میں طبقات و اہمیتیں

عایر کا تعارف، چوکتی میں کبار تابعین کا تعارف، پانچوں میں بعض اتباع تابعین کا تعارف اور جھپٹی میں
تابع تابعین کے لعین بلا مذہ کا ذکر ہے، یہ باب مزید تحقیق و تبصرہ کا محتاج ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ محدثین اور موئین اسلام نے اپنے اپنے علوم کے تجزیہ و تحلیل میں بڑی کرد و کادش
ہے، اور قرآنی علوم کے ساتھ اتنا برتنے کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کی تنظیم و ترتیب شاہد
ہے کہ متن حدیث نیز سند حدیث اور رواۃ حدیث کی بحثیں جس طرح علماء اسلام نے مدون کی ہیں ان کی
مثال اقوام دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے، آج مستشرقین یا منکرین حدیث جو دلائل و برا بین اپنی تائید میں
پیش کرتے ہیں وہ درحقیقت انہیں محدثین اور موئین اسلام رجال کے بیانات پر مبنی ہیں، اگر ان کی
تصنیفات موجود نہ ہوتیں تو ان کے شکوک و شبہات کی کوئی حقیقت نہ ہوتی، قابل غور و تکریہ امر ہے کہ
عاصرین کے بیانات اپنے احباب و رفقار یا اپنے زمانے کے اہل علم و محدثین کے باسے میں کہاں تک حرم و
احتیاط کے بغیر قابلِ ثبوت سمجھے جاسکتے ہیں، جب کہ ہم اس زمانے میں بھی بعض نفیاتی اور اجتماعی حالات
کے ماتحت خود اپنے احباب و رفقاؤ را پہنچنے کے اہل علم و اہل حدیث کے باسے میں بعض عام طور
مشہور بالتوں یا متعصباً نہ آراد کے اظہار میں حرم و احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ کم از کم اپنے زمانے کے اہل
بد و التقدیر، اہل علم و عمل، نیز یورپ و امریکہ کے اہل علم و ارباب ثقافت جن سے کاتب سطور کو ملنے کا
تفاق ہوا ہے، یہی تیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی گمزوری میں یہ بات داخل ہے کہ اپنے اہل زمانہ کے متعلق کبھی
تحت تبصرہ کا اظہار واقع ہو ہی جاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مبصر اپنے ماحول، اپنے علم و فہم اور اپنے
نفرادی احساسات و تفاسیر سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اور ہزار احتیاط سے کام لینے پر بھی لا شوری طور
تنقیص و تعریف کا مرتكب ہو جاتا ہے۔

نابریں آج بیویں صدی میں قروں اولی کے کسی راوی کو یہ لخت ساقط الاعتبار قرار دینا بڑی
لامعنی کا اظہار ہے، سارے بیانات کا جائزہ لینا اور اس دقت کے حالات کا تجزیہ کرنا ایسے کسی حکم
برنے سے پہلے لابدی اور انسانی فریضہ ہے۔

(۳۶۸) محدث کے مؤلف، راویوں، اسناد اور متن سے یہ حامل بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں، (ص)

کے ساتھ مختلف زمانوں میں راویوں کے درع و تقویٰ طلب حدیث کی راہ میں صوبات و شکلات
اور حدیث نبوی کی قدر و قیمت کے احساس کو بھی شامل کر دیا جائے تو ہم بلا جھگک کہہ سکیں گے کہ تو
ریں اصولِ حدیث کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی۔

”یہ امر وجیبِ حیرت ہے کہ جن مخطوطات و مدونات اور صحیفوں کا ذکر تم نے کیا ہے ان کے مطابق کی ذمہت اٹھانے کے بعد مستشرقین یہ دھوئی کیونکر کر سکتے ہیں کہ آسناد کے سامنے کی صحت کا کوئی طریق ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ عربوں نے مخفی سند ہی کے ساتھ اعتناء کیا ہے، دوستن کا خیال نہیں رکھا، حیرانی ہے کہ اکابر مستشرقین نے کس طرح یہ مغالطہ دینے کی جسارت کی اور مخفی حدیث اور محدثین کو ہفت تقید بنانے اور اس کے فضوس و متوتوں کی اہمیت گھٹانے کے لئے بڑی بڑی کتابیں تصنیف کر دیں؟“

”جب مذکورہ صدر بیانات کے ساتھ ان تاریخی دستاویزات کو بھی شامل کر دیا جائے جو شایستہ ہوتا ہے کہ کتابت حدیث کا آغاز عبید رسالت میں ہو چکا تھا، تو مستشرقین اور ان کے ہم زواؤں کے حسین خواجوں اور امنگروں کے محل خود بخود مشہد ہم ہو جاتے ہیں۔ ان تاریخی حقائق سے یہ صداقت تکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ تعلیم و تربیت میں محدثین کے طرق و منار کیا تھے، اور جن الفاظ کے ساتھ وہ حدیث کے انہدو روایات کی مختلف صورتوں میں فرق کرتے تھے، ان میں کس حد تک تشدید سے کام لیتے تھے؟“
آخر کتاب میں ہر ترتیب حروف تہجی مانند و مصادر کی فہرست درج ہے۔

کسی کتاب یا مخالعے کے ترجیح کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ متوجه تجھی الامکان مولف کے بیان کو جاندنا اضافہ مناسب الفاظ میں اپنی زبان کے محاورے کا المحاذیر رکھتے ہوئے اپنی زبان میں تحریر کرے اور اصطلاحات سمجھو سے باہر ہوں اُن کے مفہوم کو مشوی سے سمجھ کر ادا کرنے کی کوشش کرے اور اگر مشوی کے بعد بھی فہم میں نہ آئے تو اس کی صراحت کرو۔

کتاب نزیر تبرہ میں کچھ تو طباعت کی غلطیاں میں جو بہت کم ہیں اور جن کو پڑھنے والا آسانی سے سمجھ سکتا ہے، اور کچھ محاواسے اور بیان کی غلطیاں ہیں جن کی صحت آئندہ اشاعت میں آسانی کی جاسکتی ہے۔ اولین قسم کی غلطیوں کی نشان دہی کی ضرورت نہیں، البته دوسرا قسم کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:
ص ۸ ”تصانیف و توالیف“ تالیف کی جمع تالینفات صحیح ہے، توالیف کوئی لفظ نہیں۔

ص ۸ ”آن نتخلص المقایيس النقدية“ آن کا لب بباب اور ملخصہ بیان کر دیں، ترجمہ یون ہرنا چاہیجا مگر ان ہبہ اور تالیف کے اصطلاحات کثیرہ سے نقد و انتقاد کے اصول و معیار کو الگ کر دیں۔
ص ۹ ”ملفوذا الارض حلا“ کا ترجمہ جنہوں نے کائنات الارضی کو مدینہ نبوی کے علم سے بھروسایا۔ ”کائنات الارضی“ کی جگہ ”سائے جہاں“ چاہیے۔

ص ۱۰ ”حدیث نبھی سے احتجاج نہیں کرتے“ ”احتجاج کرنا“ اور دیں محبت پکشنے کے معنی میں نہیں ہے، اس

کامیح مفہوم، خلاف میں آواز بلند کرنا ہے۔ صحیح ترجیح یوں بوجا، حدیث نبھی کو جھٹ نہیں مانتے ہیں اگر ہم محدثین بالعلوم بالعلوم کا اضافہ مترجم نے اپنی طرف سے کیا ہے۔

۶۷۲: فلینفع... نصیحت کرتے ہوئے کہہ سکتا ہے، ولیستحجب: پیش کر سکتا ہے۔ ولیقل..... مدافعاً:
تردید میں کہہ سکتا ہے، ان افعال سے فعل کے کرنے پر اصرار کا اٹھا رکھا جاتا ہے اور ترجیح سے ٹکرید اصرار
نہیں سمجھا جاتا۔

ص ۱۶۷ ”فَسِبِّلُهُمْ شَرًّاً فَإِنَّهُمْ حَفِظُوا سِنَنَ الْمَدْىٰ حِينَ ضَيَّعُهَا النَّاسُ“ (عربی ص ۹)، ترجمہ ملاحظہ کیجئے: ان کے لئے یہی اعزاز کافی تھا کہ انہوں نے احادیث بجوری کو ضائع ہونے سے بچایا۔

ص ۱۹۴ میں حاشیہ ۷۰ کی جگہ کا تعین غلطی سے رہ گیا ہے، اسی طرح صفحہ ۹۸ پر شعبہ بن حجاج کی دنات کا سنے غلطی سے ۱۶۷ ص کی جگہ ۷۰ نئے تحریر ہے۔

من آخري پيرگراف بھي اصل عبارت عربي سے دو رجا پڑا ہے: عربی عبارت (ص ۲۷) ، فالافتہ ام على
الانسان ولو غاظ السرداوى سفه يسقط العدالة، لأن هؤلام السرداواة كانوا يتميزون بكلام
الأخلاق، ولهم أداب خاصة ومناج في التربية والتعليم ينفردون بها من بين سائر
العلماء من قدامي ومحديثين، في الشرق والغرب۔

‘مذکورہ صدر واقعہ سے روشن ہوتا ہے کہ کسی شخص پر افتراض پر دائری اس کو خارج العدالت کر دیتی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ناراضی کرنے پر جبوٹ باہم رہا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رواۃ حديث خلائق حسنہ میں ممتاز ہڈا کرتے تھے، اور دیگر علماء و محدثین میں مخصوص آداب والطوارکے اعتبار سے وہ اپنا ایک مقام رکھتے تھے’ ۲

اسی طرح اس مکٹے سے قبل کی سطحیں بھی اصل عربی عبارت کا ترجمہ نہیں سمجھی جا سکتیں، ایک عبارت مکار پنے الفاظ میں اس کے معنیوں کو ادا کرنے کا نام ترجمہ نہیں بلکہ 'PARAPHRASING' ہے۔ ترجمہ میں اس بات کا خیال ضروری ہے کہ اصل عبارت کا پورا پورا معنیم اسی طرح ادا ہو جائے جس طرح عبارت کے لکھنے والے نے ادا کرنا چاہا ہے، اور انپی طرف سے نہ کوئی لفظ کی زیادتی کا ارتکاب کے لفظ کے حذف کرنے کا جرم بنے۔ لفظ و فقر کے ترجمے میں یہ فرق ہے کہ فقر کا ترجمہ کرنے والہ اوزان و کا پابند نہیں ہوتا اور اس کو آزادی حاصل رہتی ہے اور اسی لئے اس سے ذرا سی غلطی بھی قابلِ عفو نہیں

سمجھی جاتی ہے، نظم کے منظوم ترجمہ میں مترجم کی ذمہ داری فَبِتُّكُمْ ہو جاتی ہے اور اس کو یہ غدر حاصل رہتا ہے کہ اس نے نظم میں ترجمہ کیا ہے اور انہم کے قواعد و ضوابط کی وجہ سے اس کی کوتاہمی جرم نہیں سمجھی جاتی۔ ترجمہ کے مختلف مقامات کو اصل عربی عبارتوں سے مقابلہ کرنے کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ مترجم نے مولف کے بہت سے الفاظ اور جملوں کو ترجمہ میں نظر انداز کر دیا ہے۔ مثلاً

ترجمہ ص ۳۷۳: وَهَا أَپَنِي نَظَرِيَةَ كِتَابِيَّ مِنْ آيَاتِ قُرْآنٍ آيَاتٍ سَعَيْتُ شَهَادَةَ كَرَتَتِيَّ ہِنْ جَنِيَّ مِنْ
اطَّاعَتِ رَسُولٍ كَوْفَرَهُ قَرَارَ دِيَگَيْ ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو وہ اہل علم میں شمار نہیں کرتے۔
اصل عربی ص ۲۹۱: وَإِذَا رَأَيْتُمْ هَذَا بِالْأَيَّاتِ الْقَرَانِيَّةِ تَفَرَّضُ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ اِتَّبَاعَ الرَّسُولَ، وَالْتَّسْلِيمَ لِحَكْمِهِ، وَرَأَوْا مِنْ يَحْكُمُ خَلَاتَ هَذَا الْمَذَهَبِ غَيْرَ خَلِيقٍ
بِالْاِنْتِسَابِ إِلَى الْعِلْمِ وَآهَلِهِ

دوسری خامیوں کے علاوہ اس ترجمہ میں ”وَالْتَّسْلِيمَ لِحَكْمِهِ“ کو بالکل نظر انداز کر دیا گی۔ اسی طرح اسی صفحہ پر،
دانشکوں طاعتہ بالتزام سنتہ والعل محدثیہ، کامقابلہ ذیل کے ترجیح سے کیجیے (د ص ۳۷۳):
آپ کی اطاعت کی صورت صرف یہی ہے کہ حدیث و سنت کی پیروی کی جائے۔ ”والعل محدثیہ“ کو
بالکل ترک کر دیا گی۔

امثلہ بالا کے بیان کرنے سے یہ غرض نہیں کہ ترجمہ کی افادیت و اہمیت سے انکار کیا جائے۔ بلکہ ملی عرض و
غایت یہ ہے کہ مترجمین پر لازم ہے کہ اپنے کاموں کو محنت و جانشناکی کے ساتھ ساتھ خزم و احتیاط سے انجام
تک پہنچانے کی کوشش کریں، اس زمانے میں جب کہ علم و فنون کی فراوانی ہے، اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ
جهان تک ہو سکے EXACT (ہوبہ) ترجمہ اصل کے مطابق ہو اور حتی الامکان شررح وزوائد سے ترجمہ پاک ہو۔
آخریں خاطر مترجم سے امید ہے کہ وہ زبان اردو کو علمی عربی کتابوں سے اسی طرح مالا مال کرتے رہیں گے،
اور آئندہ اشاعتوں میں اپنے ان ترجموں پر نظر ثانی کر کے مزید علمی خدمات سے ہم سمجھوں کو بہرہ و رہنمائیں گے،
پاکستانی طلباء کے لئے یہ کتابیں نہایت مفید ہیں اور اپنے اسلاف کے علمی کارناموں سے واقفیت پیدا

(محمد صغیر حسن مخصوصی)
کرنے کے لئے بہترین ذریعہ -

